ڈاکٹر مرید فاطمہ
پی ایچ ڈی، شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز اسلام آباد

عظیم آمروہی کے رثائی کلام میں مزاحمت کا بیانیہ

Dr. Mureed Fatima
PhD, Department of Urdu, National University of Modern Languages, Islamabad.

The Narrative Study of Resistance in Azim Amrohi's Elegiac Poetry

In Urdu Marysia, the resistance is portrayed by describing the events of Karbala and by condemning the Yazidi oppression. Azeem Amrohi is an eminent poet, the core elements of his elegiac poems are aim fullness and resistance. The purpose behind his writings is to break the chains of brutality, barbarism and oppression, so that our broken humanity can heal. His style of describing general social situation of his time is quite rebellious. He write numerous elegies to challenge and to destroy the enforced system of oppression. In his elegies he has expressed anger against negative values like social injustice, dirty politics, poverty, ignorance and termism while doing rating the cruelty of the tyrant with his intellectual eloquence, he shared great part in success of elegy as a genre. Over a time, it is likely that the genre of elegy will get its recognition and acknowledgment.

Key Words: *Amrohi, Marysia, , Jabir, Ehsas, Fiker, Karbala, Yazidi Zalm.*

مزاحمت کا بیانیہ ہمیشہ سے ادب میں نمایاں رہا ہے مزاحمت عربی زبان کا لفظ 'زحمہ' سے اخذ ہے جس کے لغوی معنی اپنے حریف سے ٹکرانے یا اپنے حریف کی باتوں سے رد عمل کرنے سے ہے انگریزی میں مزاحمت کے لیے Resistance کا استعمال کیا جاتا ہے اس مزاحمت کا اصل مقصد ہوتا ہے کہ کسی نقل و حرکت ماننے سے انکار کرنا اور اسے توڑ دینا یا اس میں تبدیلی لا کر اس کی شکل تبدیل کر دینا جب سے انسان کے مفادات کا ٹکراؤ ہونا شروع ہوا مزاحمت وہاں سے چلتی آئی ہے انسان جوں جوں مادی لحاظ سے تہذیب یافتہ ہوتا گیا ساتھ ہی مزاحمت کا نہ تھمنے والا سلسلہ بھی جاری رہا مرثیہ اردو ادب کی ایک منفرد صنف ہے جہاں تک اردو مرثیہ میں مزاحمت کا تعلق ہے تو اس

کی ابتدا قلی قطب شاہ کے ہاتھوں ہوئی جنھوں نے مرثیے میں واقعہ کربلا کی کیفیات کو نظم کرنے کے ساتھ یزیدی ظلم کی مزمت کی اردو مرثیے میں مزاحمت کے کئی بیان ملتے ہیں جہاں مرثیہ نگاروں نے مزاحمتی رویہ اختیار کیا ان کا تو مسلک ہی یہ رہا ہے کہ ظلم و استبداد اور جبر و استحصال کی زنجیریں کاٹ کر انسان کے دکھوں کا مداوا کیا جائے۔ مرثیہ نگار اپنے معاشرے کا جزو ہوتا ہے معاشی ناہمواریوں اور پسے ہوئے طبقات کو نہ صرف ان کے حقوق سے آگاہ کرتا ہے بلکہ حق کے حصول کے لیے انہیں آمادہ بھی کرتا ہے اس ضمن میں ڈاکٹر طاہر تونسوی لکھتے ہیں:

> "گزشتہ بارہ تیرہ برسوں کی آمریت نے فرد کی انا اور اس کی عزت نفس کو جس طرح کچل دیا ہے / ور جس طرح اس کی زبان پر تالے لگا دیے ہیں اور اس سے آزادی اظہار کی سہولت بھی چھین لی گئی اور جس طرح سچ بولنے والوں کو زہر کے پیالے پیش کیے گئے اس نے باضمیر دانش وروں کے لیے اور بھی مہمیز کا کام کیا اور ان کی صدائے احتجاج دینے کے بجائے اور بھی ابھرتی چلی گئی اور منفی قوتوں کے خلاف قلمی جہاد کی روایت کو فروغ ملتا رہا اس کے نتیجے میں جمہوریت کش طاقتوں، آمرانہ ذہنیتوں اور فرعونی رویوں کو شکست فاش ہوئی اور ان کا جو حشر ہوا وقت اس پر ہمیشہ انگشت بدانداں رہے گا"(۱)

عظیمؔ امروہی اپنے معاشرے کا نبضی عکاس ہے جس طرح سماج میں رائج اخلاقی اقدار کے محاسن بدل گئے اور اخلاقی پابندیوں سے انحراف کر کے اسے انسانی آزادی کا نام دیا جا رہا ہے انہوں نے رثائی کلام میں اپنی سوسائٹی کے روغن زدہ چہرے کو توجہ کا مرکز بناتے ہوئے سماج کے تلخ ترین حقائق تحریر کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کی بلکہ جو کچھ دیکھا اس کو اسی طرح بیان کر دیا ہے ان کے مرثیے میں درج ذیل نکات کی ایک ایک حرکت کے خلاف غصے کے جذبات کا اظہار ملتا ہے۔

اخلاقی قدروں کی شکست۔ سیاسی اتھل پتھل۔ میڈیا کے ذریعہ ذہن سازی اور عوامی استحصال۔ عالمی صورتحال اور اس کے اثرات۔ انسانی کرب کی نشاندہی۔ جدید احساس فکر۔ طبقاتی تنازعات۔ انسان کی تنہائی و زندگی کی لایعنیت۔ معاشرے پر طنز۔

عظیمؔ امروہی کی تخلیقات میں چوبیس مرثیے شامل ہیں جن میں انہوں نے اپنے سماج کی عمومی صورتحال کو مزاحمتی انداز میں بیان کیا ہے رثائی کلام میں معرکہ کربلا کو اپنی خصوصی توجہ کا محور بناتے ہوئے یزیدی ظلم کی بھر

پور انداز میں مزمت کی ہے ان کے کلام میں آمریت کی مخالفت ملتی ہے ان کا سر اور قلم کسی بھی جابر حکمران اور استحصالی طبقہ کے سامنے خم نہیں ہو سکتا چونکہ کرہ ارض کو متشکل کرنا آسان امر نہیں ہے ظالم قوتوں نے کس طرح اس سرزمین کو پامال کیا اس حوالے سے مرثیہ ''حسینؑ اور انقلاب'' کے ایک بند میں ان کا انداز تخاطب دیدنی ہے:

کر چکا قابیل اس کو خون سے جب داغدار　　پھر اٹھے ہر دور میں انسان ایسے بے شمار
تھے وہ سب نمرود اور فرعون جیسے نابکار　　اور حامان و ابوسفیان جیسے بد شکار
کشت خوں سے اس زمیں کو لال بھی کرتے رہے
ظلم و جور و جبر سے پامال بھی کرتے رہے (۲)

امروہی نے مرثیے میں ظالم کے ظلم کی ہر سطح پر تزلیل کی ہے عصر حاضر کی کیفیات کو سمجھتے ہوئے مرثیہ ''حسین علیہ السلام اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' میں مسلم امت کا قبلہ درست کرنے کی بات کی گئی ہے اس کلام مراثی میں امام حسینؑ کی ذات اقدس کو زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا ہے جنہوں نے یزیدی جتھے کو بے نقاب کیا اور حق خود ارادیت کے لیے ہر ستم کو سہا لیکن جبری حصار توڑ دیا امروہی سانحہ کربلا کو سامنے لا کر خانوادہ رسولؐ کے صبر کو ان الفاظ میں پیش کر رہے ہیں:

گھر سے چلا تھا دین بچانے کے واسطے　　ظلم و ستم کی آگ بجھانے کے واسطے
راہ خدا میں گھر کو لٹانے کے واسطے　　باطل کی شورشوں کو مٹانے کے واسطے
اسلام کو بچا کے تشدد کے جبر سے　　بیعت کے ہاتھ کاٹ دئے تیغ صبر سے (۳)

ظلم کے خلاف جنگ طول تاریخ سے چلتی آئی ہے یہ سلسلہ نہ رکا ہے اور نہ رکے گا جب تک انسان میں احساس باقی رہے گا تب تک ظلم کے خلاف مزاحمت جاری رہے گی اردو ادب کی صنف مرثیہ میں مزاحمت کی سب سے بڑی مثال امام حسینؑ کی ہے جنہیں حق پہ ہونے کی وجہ سے یزید نے شہید کیا چودہ صدیاں قبل رونما ہونے والے اس واقعے نے پوری نسل انسانی کو اپنی گرفت میں لے لیا ہر مذہب اور ہر قوم کے انسان نے اس دکھ کو سمجھا کربلا ظلم کے خلاف مزاحمت کا ایک بے مثال استعارہ بن کے سامنے آیا اور مظلوموں نے اس واقعہ سے روشنی حاصل کر کے اپنے دیے جلائے مرثیہ ''حسینؑ اور امن'' میں امروہی نے واشگاف الفاظ میں یزیدی جبر پر تنبہ کی ہے اور یزیدی ماسک کو نوچا کھسوٹا جس نے اہل بیت اطہار کا خون بہایا انہوں نے مرثیہ کو اپنی فکر اور نئی روح سے آشنا کیا معرکہ کربلا

کو استعارہ بناتے ہوئے اپنی قوم کو یہ ترغیب دلائی کہ اکسٹھ ہجری میں رونما ہونے والا سانحہ حق و باطل میں امام عالی مقام نے یزیدی مکر کو ہمیشہ کے لیے رسوا کیا امروہی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

یہ واقع ہے صفحہ تاریخ پر لکھا وہ فتنہ و فساد کی آغوش کا پلا
جس نے کیا تھا امن مٹانے کا فیصلہ آواز دے رہی ہے یہی اب بھی کربلا
وہ مٹ گیا جہاں سے مگر امن رہ گیا
دریا میں اس کا کاسہ بیعت بھی بہہ گیا(۴)

ارض وطن سے محبت صرف انسانوں پر ہی موقوف نہیں بلکہ جانور جس جگہ رہتے ہیں اس مقام سے انسیت رکھتے ہیں انسان کو چونکہ شعور عطا کیا گیا ہے ارض خاک سے اس کی محبت اور عقیدت دوچند ہے مٹی سے محبت روز اول سے انسان کی فطرت میں رچی بسی ہے اور مٹی کا ٹکڑا صرف جغرافیائی حقیقت کی عکاسی نہیں کرتا بلکہ انسان کے ساتھ اپنائیت کا ایک انمول رشتہ جوڑ لیتا ہے لیکن جب اسی دھرتی پر بدامنی کے بادل چھا جائیں ہر ذی روح معاشرتی بدامنی سے وحشت زدہ ہو چونکہ عظیمؔ امروہی ایک انقلابی شاعر ہیں اور باہمی امن کے خواہاں ہیں ان کے کلام کا یہ بند خاصی اہمیت کا حامل ہے جب انہیں عالمی دنیا میں سیاسی حالات ناسازگار ہوتے نظر آئے بدامنی ساری دنیا کے لیے ایسا المیہ بن چکی ہے کہ جس نے ہر انسان کے دل کو چھلنی کر دیا ہے امروہی اہل حکم کی غلیظ سیاست کی کارستانیوں کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں:

دنیا کو آج سخت ضرورت ہے امن کی سب سے بڑی سماج میں طاقت ہے امن کی
لیکن اب ہر مقام پہ قلت ہے امن کی مشکل ترین آج حفاظت ہے امن کی
یہ جس مقام پر بھی ہے بچنا محال ہے
چاروں طرف ہی اس کے سیاست کا جال ہے(۵)

مزاحمتی مرثیہ میں ہر اس چیز کا بیان کیا جاتا ہے جن کے ذریعے کئی استحصال زدہ معاشرے کو برابری کی سطح پر لایا جائے، جن کے ذریعے سے ظالمین کو سزا اور مظلومین کی دادرسی میسر آسکے جن کے ذریعے غیر جمہوری اقدار جیسی استعماریت کا قلع قمع کیا جا سکے۔ نفسا نفسی کے دور میں حالات کی تلخی اور معاشرتی خوف کے باوجود عظیمؔ امروہی کے مرثیے زندگی کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے ساتھ کئی رنگ بدلتے ہیں اس ضمن میں جوشؔ ملیح آبادی کا کہنا ہے:

"یہ بات وجہ مسرت ہے کہ ہندوستان کا نوجوان شاعر عظیمؔ امروہی فکر و نظر سے کام لے رہا ہے اور حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام کے معرکہ حق سے درس عمل دینے پر آمادہ نظر آتا ہے"(۶)

عظیمؔ امروہی ایک قادر الکلام مرثیہ نگار ہیں اور مرثیے کی سرزمین پر اپنی صدا بلند کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ان کے مرثیے واقعات زندگی کا آئینہ ہیں امروہی اپنے بچپنے کو یاد کرنے لگتے ہیں جہاں انہیں ماں کے ہاتھ کا کھانا اور خاص کر ماں کی محبت بھرا لمس میسر تھا لیکن حالات کی ستم ظریفی دیکھتے ہوئے اب ایسی آزاد فضا میسر نہیں جس میں سانس لینا نصیب ہو پھر امروہی اپنی قلبی تسکین کے لیے اپنے اضطراب کو دکھ، درد اور غم کے الفاظ کے قالب میں ڈھال دیتا ہے مرثیہ کے اس بند میں مجبور اور غریب پسے ہوئے انسان کی استعاراتی انداز میں سرگذشت ہے جو ظالم کے تھپڑوں کی زد میں ہے یہاں انہوں نے مظلوم انسان کی محرومی کو ظاہر کیا ہے جس پر چاروں طرف سے جبری علم لہرا رہے ہیں ان خونی آندھیوں کی وادی میں سامراجی نظام کے آئینی پنجوں میں جکڑے انسان کے مصائب، فاقہ کشی، ان کی حق تلفی کی تصاویر ان کے مرثیے میں واضح طور پر عیاں ہیں آج کے پر آشوب دور میں معاشرے کی اخلاقی اقدار روبہ زوال ہیں سچ تو یہ ہے کہ اس دنیا میں سکوں محال ہے مسلسل ناساز حالات کی وجہ سے ایک حساس تخلیق کار کے دل پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے اپنے معاشرے کی خوف زدہ صورت حال جس میں زیر دست طبقات کی حق تلفی ان سے دیکھی نہیں جاتی مرثیہ "اسلام اور فسادات" کے بند ملاحظہ کیجیے:

بادل ہیں کشت و خون کے نفرت کی آندھیاں شورش ہے اضطراب ہے ہلچل ہے الاماں
مائیں تڑپ رہی ہیں کہ بچے ہیں نیم جاں کتنے گھروں کے چولہوں سے اٹھتا نہیں دھواں
مجبور اور غریب کا کچھ بس نہ چل سکا
گھر جل گیا ہے آگ میں چولہا نہ چل سکا(۷)

امروہی نے سماج کو کروٹیں بدلتے دیکھا انسان کی انسانیت کو سمجھا، اوروں کی مصیبت کو گلے لگایا۔ غیروں کے اضطرابات میں خود تڑپے یہی ان کے کلام کی ایک خوبی ہے کہ وہ معمولی بات کر جاتے ہیں لیکن ان کی معمولی بات میں کئی پیغام چھپے ہوتے ہیں گو کہ انسانیت کو نقصان پہنچانے والے منفی پہلو نفرت، بغض اور عداوت کو مرثیے میں برتتے ہوئے رشتوں کے درمیان پڑتی پھوٹ کو انسانی سائیکی کی بنیاد قرار دیا ہے۔ مرثیہ "حسین علیہ السلام اور مسلم" کا یہ بند عام انسان کی زندگی سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے صدیوں سے ہو رہے غریب طبقے پر ظلم اور سماجی نا

انصافی کی نابرابری کو دیکھ اب خاموش نہیں رہا جا سکتا۔ امروہی اب بیداری چاہتے تا کہ لوگوں میں شعور کے چراغ جلیں انہوں نے ماحول کے حالات کا بخوبی جائزہ لیا اور وقت کے لحاظ سے اپنے سخن کا رنگ بدلتے رہے سماجی و تہذیبی اعتبار سے کیا خوب کہا ہے:

تم اپنی باہمی نفرت پہ کچھ تو غور کرو ہر ایک کار ضلالت پہ کچھ تو غور کرو
دلوں کے بغض و عداوت پہ کچھ تو غور کرو تم اپنی قوم کی غربت پہ کچھ تو غور کرو
بھٹک گئے، شاہ امم کو بھول گئے
رسولؐ پاک کے خلق و کرم کو بھول گئے (۸)

یہ لمحہ فکریہ ہے کہ اس دور کا انسان ہر شے سے بیزاری اختیار کئے ہوئے ہے معاشرے میں پھیلی بے حسی آج کے دور کا تحفہ ہے دنیا بہت امیر، بہت غریب اور ان کے درمیان قائم متعدد طبقات پر مشتمل ہے جن میں اکثریت وسائل سے محروم جبکہ قلیل اقلیت ان پر غاصبانہ قابض ہے حسد، نفرت، جلن، بے ایمانی جیسی بیماریاں نئے دور کا المیہ ہے انسانوں کے اندر سے محبتیں ختم ہوتی جا رہی ہیں محبت کی جگہ نفرت، جلن اور حسد نے لے لی ہے اس مرثیہ شناس نے ظلم کو ہر رنگ میں پسند کیا ہے عظیمؔ امروہی نے مرثیہ ''حسین علیہ السلام اور امن'' اور ''حسین علیہ السلام اور اتحاد'' میں ان منفی اقدار کی مزمت کی ہے:

نفرت کے در کے پاس محبت کے در سے دور ذلت کے در کے پاس ہیں عزت کے در سے دور
ہیں گمراہی کے در پہ ہدایت کے در سے دور غیبت کے در کے پاس ہیں مدحت کے در سے دور
اب کتنی دور راہ عمل سے کھڑے ہیں ہم
اس پر بھی گماں ہے کہ سب سے بڑے ہیں ہم (۹)

عظیمؔ امروہی ابہام پر مشتمل مرثیہ کلام کو احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھتے وہ بامقصد مرثیہ کے دلدادہ ہیں ان کے نزدیک وہ رثائی کلام ہوا میں اڑا دینے کے ہی قابل ہے وہ مرثیہ بے رنگ و بے مزا ہے جو عوام کے دلوں میں گھر نہ کر جائے وہ پہلے کلام کو تخیل کی بھٹی میں پکاتے ہیں پھر اسے متاثر کن انداز میں پیش کرتے ہیں۔ جب تک دنیا کے تمام لوگ اپنے مقصد کو انسانیت نہیں بناتے تب تک یہ دنیا درندوں کی دنیا رہے گی امروہی حریت پسندوں اور حق و صداقت کے علمبرداروں کے ہم نوا ہیں ان کے مرثیے استعماری اور استحصالی قوتوں کی زیادتیوں کے خلاف نبرد آزما تمام مظلوم اقوام کے لیے ہیں یہی خوبی عظیمؔ امروہی کو عالمی انسانی برادری کا ایک ہمدرد فرد بناتی ہے انہوں

نے عالمی استعمار کی چکی میں پسنے والے مظلوم لوگوں کے حق میں مرثیے کہے ہیں اور کھل کر استعمار کی مخالفت میں مزاحمانہ رویہ اپناتے ہوئے لاچار اور نادار لوگوں کے دکھ میں برابر کے شریک رہے یہ حقیقت بھی ہے کہ ناساز گار حالات میں حق کے داعی کو بہت سے تحائف سے نوازا جاتا ہے معاشرے کے منھ زور افراد اپنے مفادات کو حاصل کرنے کے لیے کئی بے گناہوں کا خون بہاتے ہیں اس ظلمت کے دور میں سب بغض اور نفرت کے الاؤ میں جل رہے ہیں بے حس معاشرے کی ضعیف صورت حال کو ملاحظہ کیجئے:

مظلوم کا بہے گا یونہی خون کب تلک　　پھیلے گا نفرتوں کا یہ طاعون کب تلک
کرسی عدل کھائے گی افیون کب تلک　　اندھا رہے گا دوستو قانون کب تلک
ہم متحد نہیں تو یہ دامن پہ داغ ہے
گھر کو جلا رہا ہے جو گھر کا چراغ ہے (۱۰)

عصر حاضر میں دیکھا جائے تو انسان انسان پر ظلم و زیادتیاں کر رہا ہے مذہب کے نام پر لوگوں کو ٹارگٹ کیا جا رہا ہے اگر کوئی انسان گھر سے باہر نکلتا ہے تو اس کو یہ معلوم نہیں کہ وہ گھر واپس آئے گا بھی یا نہیں ہر انسان دہشت گرد ماحول میں جی رہا ہے لوگوں کے دلوں میں ڈر بیٹھا ہوا ہے مرثیہ ''اسلام اور فسادات'' میں سماجی نظام کی اس انداز میں مزاحمت کرتے نظر آتے ہیں:

گھر جل گیا کوئی کہیں سامان جل گیا　　حسرت جلی غریب کی ارمان جل گیا
نفرت کی آگ بڑھ گئی انسان جل گیا　　مسجد میں بم پھٹا ہے تو قرآں جل گیا
رشتے تمام انس و محبت کے توڑ کے
انسانیت کو رکھ دیا کسی نے بھنبوڑ کے (۱۱)

عظیمؔ امروہی کو اپنے دور کے معاشرتی معاملات کا گہرا ادراک حاصل تھا جہالت میں ڈوبے رہنا ان کو گوارا نہیں اپنی قوم کی دگرگوں حالت انہیں اضطراب میں مبتلا کرتی ہے انہوں نے بھوک، غربت، جہالت، ظلمت، بغض جیسے استعارات کے ذریعہ مرثیے کو مزین کرنے کی کوشش کی ہے مذکورہ مرثیہ '' اسلام اور وقت شناسی'' میں ان تمام منفی اقدار کے خلاف غم و غصہ کا اظہار اس انداز میں کیا ہے:

علم ناپید ہے ہر ستم جہالت کا ہے راج　　نفرت و بغض و حسد اور عداوت کا ہے راج
باحیا اٹھ گئے بے شرم سیاست کا ہے راج　　تبرہ و تار ہے ماحول کہ ظلمت کا ہے راج

پوجتے ہیں صنم ظلم پجاری کی طرح
تاک میں رہتے ہیں آپس میں شکاری کی طرح(۱۲)

امریکہ کے ورلڈ ٹریڈ سینٹر ۲۰۰۱ء۔۹۔۱۱ کو ہونے والا دہشت گردانہ حملے کی وجہ سے تمام مسلم ممالک پر گہرے معاشی اثرات مرتب ہوئے ان ممالک کو دہشت گردی کے اڈے قرار دیا گیا یہاں ڈرون حملوں سے بے گناہ لوگوں کا خون بہایا گیا مسلم اُمہ بے راہ روی کا شکار ہو چکی اپنے مقصد اور ذمہ داریوں کو فراموش کر کے مغرب کی تقلید شروع کر دی جو کہ انتہائی پریشان کن صورت حال ہے مغرب میڈیا کے ذریعے اپنی آئیڈیالوجی کو مشرقی ذہنوں میں سرایت کرنا چاہتا ہے اور انہیں تشہیر کے ذریعہ غلام بنانا چاہتا ہے لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ مشرق نئے سرے سے مغربی سامراج کی ذہنی، نفسیاتی اور اقتصادی غلامی کا شکار ہو رہا ہے مغربی تہذیب کے عیوب سے باخبر کرتے ہوئے امروہی اس سے بچنے کی تاکید کرتے ہیں انہوں نے مغربی روش کی مراثی کلام میں مذمت کی اور قوم کو اس کی اندھی تقلید سے باز رہنے کا مشورہ بھی دیا:

مغرب کی سمت جو یہاں پر لگی ہے آگ — اس آگ سے ہر جگہ پر اٹھی ہے آگ
دیکھی کہیں پہ ایسی نہ پہلے سنی ہے آگ — جو آج پھیلتی ہی چلی جا رہی ہے آگ
ظالم اب ایسی چال نہ چل جائے دوستو
دامن جب اقتدار کا جل جائے دوستو(۱۳)

عظیمؔ امروہی کا مرثیہ ''حسین علیہ السلام اور امن'' ان کے دور کے سیاسی نظام کا عکاس ہے اس مرثیہ میں غور کیا جائے فکر اور آہنگ دونوں اعتبار سے انقلابی مرثیہ ہے ان کی فکر کا بنیادی محور عالمی سامراج کی حیلہ سازیوں سے ہوشیار ہونا ہے اس لیے وہ عالمی سیاسی چال سازیوں کو اپنے وطن میں رائج سماجی برائیوں کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں امروہی نے شدید طور سے ان آمر حکمرانوں کی مخالفت کی اور مزاحمتی مرثیے کہے جنہوں نے مغربی طاقت کا سہارا لے کر عوام کو اندھیروں میں دھکیل کے اپنا قبلہ درست کیا ان کی ریاکاری پر کاٹ کرتے ہوئے کہا:

سجدہ ہمارا آج سیاست کے در پر ہے — سجدہ ہمارا بغض و کدورت کے در پر ہے
سجدہ ہمارا مال کے دولت کے در پر ہے — سجدہ ہمارا آج عداوت کے در پر ہے
جب ہم قریب دین کی بنیاد کے نہیں
پھر جان و دل سے سید سجاد کے نہیں(۱۴)

مرثیہ نگار کا ذہن ایک ہی جست میں ارتقائی مراحل طے نہیں کرتا بلکہ وہ روایت کے شعور اور ماضی و حال کے تجربات سے اکتساب کر کے اپنی ذہنی سمت کا تعین کرتا ہے امروہی کے کلام کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ عصری رجحانات نے ان کے ذہن پر گہری گرفت قائم کی اور منفی و مثبت ہر طرح کے رجحانات کو انہوں نے قبول کر کے اپنے مراثی میں ان کا اظہار کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے انہیں اس بات کا احساس ہے کہ قدرت نے ان کے ہاتھ میں قلم اس لیے تھمایا ہے کہ وہ حق بات لکھ سکیں۔ڈاکٹر رئیس امروہی نے ان کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "جدید مرثیہ نگاروں میں قدر اول کی اہمیت نوجواں شاعر عظیمؔ امروہی کو حاصل ہے عظیمؔ امروہی کی عمر شاعری زیادہ نہیں ہے لیکن اس کم عرصے میں ہی اس جواں فکر شاعر نے صنف مرثیہ میں جو اضافے کئے ہیں ان کو دیکھ کر مسرت بھی ہوتی ہے اور حیرت بھی"(۱۵)

اکیسویں صدی انفارمیشن، ٹیکنالوجی کی صدی ہے، انسٹا گرام، یوٹیوب، فیس بک جیسی سائیٹس نے انسانی زندگی کو بدل کر رکھ دیا ہے ان تمام ترقیات کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ اکیسویں صدی بھی امن، سکون اور ترقی کے لیے اچھی ثابت نہیں ہوئی ایسی برائیاں سامنے آئی ہیں جنہوں نے سخن گویوں کو نئے چیلنجز سے دوچار کیا ہے آئی ٹی کے دور نے جہاں ترقی و خوشحالی کو عام کیا، بڑے بڑے مکانات، لمبی لمبی کاریں اور لیپ ٹاپ وغیرہ کا رواج بڑھاوہیں انسانیت کو اخلاقی زوال سے ہم کنار کر دیا ہے غارت گری، دہشت اور درندگی سے عام انسانوں کا استحصال کیا جارہا ہے خاص کر اسلامی ممالک میں اب تک اتنے فرقہ وارانہ فسادات ہو چکے ہیں کہ تاریخ کے صفحات سیاہ ہو چکے، ماحول اس طرح خونی ہو چکا ہے کہ کب کیا ہو گا کہا نہیں جاسکتا ہر طرف خوف کا عالم چھایا ہوا دہشت، عصبیت آج کے عام انسان کی تقدیر بن چکے ہیں جن سے نبرد آزما ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی مرثیہ "اسلام اور فسادات" کا یہ بند دیکھیے:

آہ وفغاں ہے اور ہے فریاد ہر طرف — دہشت پسند پھرتے ہیں آزاد ہر طرف
ایماں کی ہے تلاش میں الحاد ہر طرف — بیداد پر بھی ملتی ہے اب داد ہر طرف
قہر و غضب کا راج ہے ظلم و ستم کا راج
گولی کا راج ہے تو کہیں پر بم کا راج(۱۶)

امروہی مذہبی انتہا پسندی کے برے نتائج کی طرف توجہ دلاتے ہیں وہ کلام مراثی میں عوامی اصلاح کرنے والے مولوی سے بھی نالاں دکھائی دیئے مولوی جو خود کو عبادت گاہوں کا محافظ کہلواتے، اخلاقیات سکھانے کی بجائے مسلک کو ہدف بنا کر سادہ عوام کو بے راہ روی کا نشانہ بنا رہے اور لوگوں کی مذہبی عقیدت مندی کو ذاتی مفاد کے لیے استعمال کر رہے ہیں ان کے اشتعال انگیز فتوؤں نے قوم کی باہمی محبت کو جلا کر خاکستر کر دیا ہے۔ مذہبی شدت پسند عناصر خون بہانا جانتے وقت عصر کے قاضی اپنی اپنی روٹیاں سیکنے میں لگے ہوئے تب ہی آپسی رشتے کمزور پڑتے دکھائی دیتے اور غیر اخلاقی فعال غارت گری اور وحشت سے دنیا میں آئے دن اتنے فسادات ہوتے رہتے ہیں کہ پورا عالم جہنم کی شکل اختیار کر گیا ہے جہاں بے گناہ اور معصوم لوگوں کو طرح طرح کی اذیت دی جاتی ان کے رثائی کلام میں مزاحمت کے ارتقاء کی ایک کیفیت نظر آتی ہے۔ مرثیہ " اسلام اور فسادات" میں بدلتے ہوئے حالات کے تیور صاف طور پر دیکھے جاسکتے ہیں:

اہل ایماں میں وہ ایماں کی حرارت نہ رہی حافظ و قاری کی بے لوث تلاوت نہ رہی
مولوی رہ گئے لیکن وہ امامت نہ رہی قاضی شہر کے بھی پاس شریعت نہ رہی
یہ عبائیں یہ قبائیں یہ عمامے لے لو
چاہے جس بھاؤ بھی بازار سے فتوے لے لو(۱۷)

انسان کی نفسیات اور خیالات کس طرح بدلتے ہیں امروہی نے مرثیے میں نئی نئی علامتوں کے تجربے کیے یہاں قبر، کفن، سخن، فن، زلف اور بدن ایسی علامتیں ہیں جو ان کے ذہن میں بہت سے سوالات پیدا کر دیتی ہیں انہوں نے سیاسی رہنماؤں کی خود غرضی اور زہریلی سیاست کی جاگتی تصویر پیش کی ہے انسانوں کی ہلاکت اور افراتفری نے کئی گھر ویران کر دیئے ہیں اور جو اپنے حق کے لیے آواز بلند کرتا ہے اس کو ہمیشہ کے لیے موت کی نیند سلا دیا جاتا ہے امروہی لفظ کی حرمت پر ایمان رکھتے ہیں اس کی واضح نشانی یہ ہے کہ جب کسی کی سوداگری دیکھتے تو انہیں اپنے دل پر قابو پانا مشکل ہو جاتا تب ہی انہوں نے علامت کا سہارا لے کر اپنے پیغام میں شعراء اور دانشوروں کو تلقین کی کہ وہ اپنے مفاد کے لیے سودا بازی سے گریز کریں اس ضمن میں ہر جہت سے مزاحمت کی ہے اور ہر دلیل سے سمجھانے کی کوشش کی کہ ادیبوں اور سخن گویوں کو اپنے مقصد سے بے دخل کرنے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ امروہی نے عورت کے تقدس کو بھی ابھارا ہے عورت اگر جسم فروشی کرتی ہے گناہ گار صرف وہ نہیں بلکہ پوری سوسائٹی جس نے عورت کو اس فعل کی انجام دہی کے لیے مجبور کیا:

قبر بکتی ہے کہیں اور کفن بکتا ہے زلف بکتی ہے کہیں اور بدن بکتا ہے
شعر بکتے ہیں کہیں اور سخن بکتا ہے فکر بکتی ہے کہیں اور کہیں فن بکتا ہے
کج کلاہوں نے بھی خود اپنا بھرم بیچ دیا
شاعروں اور ادیبوں نے قلم بیچ دیا(۱۸)

امروہی خون دل میں انگلیاں ڈبو کر پرورش لوح و قلم میں مصروف عمل رہے وقتی مفاد کے حصول میں اپنی شخصیت داؤ لگانے والوں کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا اور سماجی شعور رکھتے ہوئے ان کی ظاہری ریاکاری کا پردہ چاک کیا ان کے مرثیوں میں مقصدیت ہے شمیم کرہانی کا کہنا ہے: ''عظیم امروہی نے واقعات کربلا کے عزائی پہلو کو موثر انداز میں نظم کیا ہے انہوں نے بڑے سلیقے سے مقصدیت ذہن میں رکھ کر اشعار کہے''(۱۹) امروہی کی نظر سیاسی، سماجی، اقتصادی و معاشرتی حالات پر گہری تھی ان کے کلام میں غریبوں سے ہمدردی اور سرمایہ داروں کے خلاف نفرت و بیزاری کا ذکر ملتا ہے ان کا سماجی شعور قابل رشک حد تک متوازن اور ان کی فنی بصیرت ایک مثالی نمونہ ہے ان کی اضطرابی کیفیت سوالوں پر سوال قائم کرتی ہے ایک ایسا کرب جس کا حل انہیں ممکن نظر نہیں آتا اس لیے ہر زاویے سے سماج کے منفی پہلوؤں پر اپنی خیالی فکر کو پیش کیا ہے۔ سوئے ہوئے افراد کو جگانے، انسانی حقوق سے آشنا کرانے، سرمایہ داروں کے خلاف مزدوروں کو انقلاب برپا کرنے میں بڑی مدد کی ہے۔ سرمایہ دار مختلف طریقوں سے مزدور کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں مزدور اور سرمایہ داروں کی لڑائی میں امروہی مزدور کا ساتھ دیتے نظر آتے ہیں۔ دنیا میں چاروں طرف پھیلے ہوئے دکھ درد، ظلم و ستم سے اپنی نگاہیں نہ بچا سکے ان کے مرثیے کا یہ بند سماجی پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتا ہے:

تاریخ ہے گواہ کہ جب جب بڑھا عناد انسانیت کا درس نہ رکھا کسی نے یاد
پورا سماج ہو گیا ناشاد و نامراد ظلم و ستم کی آگ بڑھی جب ہوا فساد
کمزور اور بیکس و مجبور مر گیا
سرمایہ دار بچ گیا مزدور مر گیا(۲۰)

امروہی نے مختلف مثالوں سے مرثیے میں اسلامی ممالک کے حالات پر روشنی ڈالی ہے معاشی بدحالی نے ان کے اخلاق کو پست کر دیا محنت و مشقت کی عادت چھوٹ گئی اور اس کے برعکس زندگی میں کاہلی نے گھر کر لیا مرثیہ ''اسلام اور وقت شناسی'' میں انہوں نے یہ بات ذہن نشین کرائی کہ اس دور میں انسانیت پارہ پارہ ہو چکی خاص کر

مسلمان اسلام اور اس کے بتائے ہوئے راستے سے بھٹک گیا ہے مسلم اقوام جب تک اسلامی اصول و ضوابط پر ٹکے ہوئے تھے ان کی علمی اقدار سے پورے عالم میں روشنی پھیلی اور جب مسلمانوں نے ان ضوابط سے انحراف کیا تو ان پہ زوال آیا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ ثروت قائم رہی اور نہ عزت، ساری خوبیاں مٹ گئیں جیسے ان کی زندگی میں نام کا اسلام باقی رہ گیا لگ بھگ سارے عالم اسلام میں اب ہر جگہ پستی نظر آتی، سکون کے لیے کئی چین کی گولیاں کھاتے مگر گناہ کرتے کرتے اپنی شناخت ہی کھو بیٹھے اور انگریز ان پہ حکومت کر رہا ہے اپنے چاروں طرف مسلم قوم کی شکست دیکھ کے امروہی بیزار ہو گئے کہ مسلمان اپنی حکمت عملی کو بھول چکے اپنی ذمہ داریاں ایمانداری سے پوری نہیں کر رہے وہ اپنی اقدار کو برباد ہوتا نہیں دیکھ سکتے انہوں نے ان کوتاہیوں کو اپنے طنز کا نشانہ بنایا اس صورتحال کا تذکرہ بڑی حرت و مایوسی کے ساتھ کچھ اس طرح کیا ہے:

کہیں عزت کہیں انساں نے شرافت بیچی کہیں کردار کو بیچا کہیں سیرت بیچی
آج انسان نے اجداد کی عظمت بیچی اور پردے میں کہیں عصمت و عفت بیچی
اس سے بڑھ کر بھی ہے ذلت کی کوئی حد یارو
بیچ ڈالے کہیں اسلاف کے مرقد یارو(۲۱)

امروہی کو کسی فریم میں قید نہیں کیا جا سکتا انہوں نے قوم کو انصاف دلانے اور مزاحمتی نظریہ دینے کی ہر ممکن کوشش کی اس مقصد میں کامیاب بھی ہوئے فرقہ پرستی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی وہ ایسی زندگی اور حالات کو برداشت نہیں کر سکتے جہاں فرقہ بازی عام ہو جس میں نفرت کا دور دورہ ہو فرقہ بندی کو استعماری نظام نے ہوا دی آپس میں لوگوں کو لڑوایا یہ تمام منظر امروہی نے اپنی چشم دید سے دیکھے اس لیے جبروتی نظام کی ریاکاری، تصنع اور جھوٹ کا مذاق اڑایا اور بے باکی کو اپنا مسلک بنایا محققین و ناقدین نے عظیمؔ امروہی کے رثائی کلام کو سراہا ہے اس سخن گو کی وفات پر ڈاکٹر تقی عابدی نے امروہی کے کلام کو زیر بحث لاتے ہوئے انہیں اس طرح خراج تحسین پیش کیا ہے:

"آج ہم سب سوگوار ہیں، جدید مرثیہ کے ایوان کا اہم ستون منہدم ہو گیا۔
عظیم امروہی عجز و انکساری کا مجسمہ اور جدید مرثیہ کا معمار تھے۔
بیعت فاسق و فاجر نہ کرے گا شبیرؑ
تا ابد زندہ رہے، ایسے مرے گا شبیرؑ

اس سہل ممتنع شعر کا تخلیق کار کوئی اور نہیں، عظیم صاحب ہیں۔ ایسا انسان جو محمدؐ و آل محمدؐ کی محبت میں مرتا ہے، وہ شہید، پائندہ اور زندہ رہتا ہے۔ اس عظیم شخصیت، عظیم شاعر، عظیم انسان، اس عظیم مرثیہ نگار جس کے پاس قدرت حیدری بھی نام ہی میں منسلک ہے، یہ انسان سر تا پا خلوص، مروت اور سادہ تھا۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔

سب سے انوکھا سب سے نرالا دنیا نے یہ منظر دیکھا
سینہ تانے گردن دیکھی سہا سہا خنجر دیکھا"(۲۲)

عظیمؔ امروہی اردو مرثیہ کی اگلی صف کے سپاہی بن کر ڈٹے رہے اور اپنے رثائی کلام کے ذریعہ جبری نظام کے ناپاک ارادوں کو ناکام کرنے کے لیے بے شمار مزاحمتی مرثیے تحریر کیے یہ تمام مرثیے ایسے نگینے ہیں جنہیں کبھی بھی بھلایا نہیں جا سکتا یہ مرثیے آج بھی انسانیت سے محبت رکھنے والوں کو حوصلہ دیتے ہیں آج بھی ان مرثیوں کو جوش و خروش سے پڑھا جاتا ہے اور اس میں اس کی مقبولیت کا راز مضمر ہے انہوں نے اپنی فکری بلاغت سے مرثیے کے چراغ کی لو کو مزید روشن کیا ان کی فکر نے استعماری نظام کے جبروتی عمل کی مزمت کی ہے امروہی عالمی دینا میں امن کے خواہاں نظر آتے ہیں۔ مجھے غالب گمان ہے کہ وقت کے ساتھ تیزی سے بدلتے رجحانات کے پیش نظر مرثیے کے فن کی اور منزلیں آئیں گی اور تجربات ہوں گے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح مزاحمتی مرثیہ عوام کے درمیان آج سب سے زیادہ مقبول ہے مستقبل میں بھی یہ رویہ قائم رہے گا۔

حوالہ جات

۱۔ طاہر تونسوی، ڈاکٹر، تحقیق و تنقید، گورا پبلشرز، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۸۵
۲۔ عظیمؔ امروہی، ڈاکٹر، مراثی عظیم، عالمی مرثیہ سینٹر، جامعہ نگر، دہلی، ۲۰۱۴ء، ص ۱۷۷
۳۔ ایضاً، ص ۳۶
۴۔ ایضاً، ص ۲۹۰
۵۔ ایضاً، ص ۲۸۱
۶۔ عظیمؔ امروہی، ڈاکٹر، سلام عظیم، عالمی مرثیہ سینٹر، دہلی، ۲۰۱۶ء، ص ۱۵
۷۔ عظیمؔ امروہی، ڈاکٹر، مراثی عظیم، عالمی مرثیہ سینٹر، دہلی، ۲۰۱۴ء، ص ۳۱۵

۸۔ ایضاً، ۱۴۸

۹۔ ایضاً، ص ۳۰۵

۱۰۔ ایضاً، ص ۴۷

۱۱۔ ایضاً، ص ۳۲

۱۲۔ ایضاً، ص ۳۷۴

۱۳۔ ایضاً، ص ۳۱۳

۱۴۔ ایضاً، ص ۳۰۵

۱۵۔ عظیمؔ امروہی، ڈاکٹر، غم عظیم، عالمی مرثیہ سینٹر، دہلی، ۲۰۲۰ء، ص ۳۳

۱۶۔ عظیمؔ امروہی، ڈاکٹر، مراثی عظیم، عالمی مرثیہ سینٹر، جامعہ نگر، دہلی، ۲۰۱۴ء، ص ۳۱۳

۱۷۔ ایضاً، ص ۳۷۵

۱۸۔ ایضاً، ص ۳۷۴

۱۹۔ عظیمؔ امروہی، ڈاکٹر، رسولیات، عالمی مرثیہ سینٹر، دہلی، ۲۰۱۳ء، ص ۷

۲۰۔ عظیمؔ امروہی، ڈاکٹر، مراثی عظیم، عالمی مرثیہ سینٹر، جامعہ نگر، دہلی، ۲۰۱۴ء، ص ۳۱۷

۲۱۔ ایضاً، ص ۳۷۵

۲۲۔ عظیمؔ امروہی، ڈاکٹر، غم عظیم، عالمی مرثیہ سینٹر، دہلی، ۲۰۲۰ء ص ۴۵